از عدالت عظمیٰ

دین دیال شرما

23 اپریل
1959

بنام

ریاست اتر پردیش

(جعفر امام اور جسٹس ایل کپور، جسٹس صاحبان)

فوجداری مقدمے کی سماعت ۔رشوت اور مجرمانہ بدانتظامی ۔سیشن عدالت سے وابستہ ملزم ۔ترمیم شدہ قانون کے ذریعے اس طرح کے مقدمات کو خصوصی جج کے ذریعے قابل سماعت بنائے گئے ۔سیشن جج، اگر اس کے پاس سماعت جاری رکھنے کا اختیار ہے ۔ پولیس ڈپٹی سپرانٹنڈنٹ سے نیچے کے افسر کے ذریعے مقدمے کی تحقیقات ۔آیا مقدمے کی سماعت مجروح ہوئی ہے ۔بدعنوانی کی روک تھام ایکٹ، 1947 (II بابت 1947)، دفعہ 5-الف ۔فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ، 1952 (46 بابت 1952)، دفعہ 10.

اپیل کنندہ انسداد بدعنوانی ایکٹ 1947 کی دفعہ 5(2) اور مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 161 کے تحت سیشن عدالت میں سماعت جرام کا پابند تھا۔اس کے فورا بعد، فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ، 1952 نافذ ہوا۔ایک معاون سیشن جج نے اپیل کنندہ پر مقدمہ چلایا اور اس پر لگائے گئے الزامات کے تحت مجرم قرار دیا۔اپیل کنندہ نے دعوی کیا کہ مقدمے کی سماعت کو مجروح کیا گیا تھا کیونکہ تحقیقات پولیس ڈپٹی سپرانٹنڈنٹ کے عہدے سے نیچے کے پولیس افسر نے کی تھی اور معاون سیشن جج کو مقدمے کی سماعت کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا کیونکہ یہ خصوصی جج کے ذریعے قابل سماعت تھا۔

یہ کہا گیا کہ معاون سیشن جج کے پاس مقدمے کی سماعت کرنے کا دائرہ اختیار تھا۔فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ، 1952 کی دفعہ 10 میں صرف مجسٹریٹ کے سامنے زیر التواء مقدمات کو خصوصی ججوں کو منتقل کیا لیکن ان

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:08
I attest to the accuracy and
integrity of this document

مقدمات کو منتقل نہیں کیا جو ایکٹ کے نافذ ہونے سے پہلے سیشن عدالت کے پاس تھے۔

اسگرالی نذرالی سنگاپور والا بمقابلہ ریاست، [1957] سپریم کورٹ رپورٹس 678، پر انحصار کیا۔

مزید کہا گیا کہ پولیس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے نیچے کے افسر کی طرف سے کی گئی تحقیقات کی وجہ سے اثباتِ جُرم میں بگاڑ نہیں آیا۔ اگر اس معاملے کو ابتدائی مرحلے میں عدالت عالیان کے سامنے اٹھایا جاتا تو اسے نئی تحقیقات کا حکم دے کر بے قاعدگی کو صحیح کرنے کے لیے اقدامات اُٹھائے ہوتے۔ لیکن اپیل کنندہ کو یہ سوالات اٹھانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ آیا تحقیقات سے متعلق اعتراض ابتدائی مرحلے میں اُٹھائے گئے تھے کیونکہ یہ سوال درج ذیل عدالت عالیان میں نہیں اٹھایے گیے تھے۔

ایچ۔ این۔ رشبد بمقابلہ ریاست دہلی، [1955] 1 سپریم کورٹ رپورٹس ۔1150، پر انحصار کیا۔

فوجداری اپیلیٹ دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 95 بابت 1957۔

فوجداری اپیل نمبر 225 بابت 1953، میرٹھ میں ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت کی 6 اگست 1953 کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہونے والے فوجداری ترمیم نمبر 1403 بابت 1953، الہ آباد عدالت عالیہ کے 16 دسمبر 1955 کے فیصلے اور حکم پر خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے: ایچ۔ جے۔ امریگر اور کے۔ ایل۔ مہتا۔

مدعا علیہ کی طرف سے: جی۔ سی۔ ماتھر، سی۔ پی۔ لال اور جی۔ این۔ دکشت۔

23 اپریل 1959۔ عدالت کا فیصلہ جسٹس امام کے ذریعے سُنایا گیا

جسٹس امام۔ اپیل کنندہ کو انسداد بدعنوانی کی دفعہ 5(2) اور مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 161 کے تحت

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:08
I attest to the accuracy and
integrity of this document

مجرم قرار دے کر ہر شمار پر ایک سال کی با مشقت قید کی سزا سنائی۔ سزائیں بیک وقت چلائی گئی تھیں۔

ذیل کی عدالت عالیان کے ذریعے پائے گئے حقائق کے مطابق اپیل کنندہ نے ملک چند سے 20 روپے رشوت کے طور پر قبول کیے۔ جس نے مکان کی الاٹمنٹ کے لیے درخواست دی تھی۔ اپیل کنندہ اس وقت میرٹھ کے ضلع امداد و باز آبادکاری کے دفتر میں کلرک کے طور پر ملازم تھا۔ مذکورہ رقم اپیل کنندہ نے رشوت کے طور پر قبول کی تھی تاکہ ملک چند کو ایک مکان الاٹ کرائے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ، پائے گئے حقائق پر، اپیل کنندہ دونوں انسداد بدعنوانی ایکٹ کی دفعہ 5(2) اور مجموعہ تعزیرات بھارت کی دفعہ 161 کے تحت مجرم تھا۔

پہلا نکتہ یہ لیا گیا کہ تفتیش پولیس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے نیچے کے ایک پولیس افسر نے کی تھی۔ نتیجتاً، تحقیقات انسداد بدعنوانی ایکٹ کی توضیعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کی گئی تھی۔ اس لیے اپیل کنندہ کی سزا کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ یہ نقطہ کو ایڈیشنل سیشن جج کے سامنے پیش کیا گیا جس نے اپیل کنندہ کی سزا کے خلاف اپیل کی سماعت کی تھی۔ ایڈیشنل سیشن جج نے کلکتہ عدالت عالیہ کے ایک فیصلے کا حوالہ دیا جس نے اپیل کنندہ کی جانب سے پیش کیے گئے بیان کی حمایت کی۔ اُس نے اس کے برعکس الہ آباد عدالت عالیہ کے فیصلے کا بھی حوالہ دیا۔ اُس نے الہ آباد عدالت عالیہ کے فیصلے کی پیروی کی، جس کی وہ پیروی کرنے کے پابند تھے۔ ایچ۔ این۔ رشبود اور اندر سنگھ بمقابلہ ریاست دہلی کے معاملے میں اس عدالت کا فیصلہ اپیل گزار کی جانب سے مسٹر امریگر کی طرف سے پیش کیے گئے درخواست کی حمایت نہیں کرتا ہے۔ بہر حال انہوں نے، صفحہ 1164 پر مذکورہ بالا حوالہ شدہ فیصلے میں ایک اقتباس کا حوالہ اس لیے دیا کہ جہاں ایک لازمی شق کی خلاف ورزی کو کافی ابتدائی مرحلے میں عدالت کے علم میں لایا جاتا ہے، عدالت سماعت سے انکار نہ کرتے ہوئے، بے قاعدگی کو ٹھیک کرنے کے لیے ضروری اقدامات اُٹھانے ہوں گے اور اس عیب کو اس طرح کی تحقیقات کا حکم دے کر درست کرنا ہوگا جیسے کہ کیس کے حالات کا مطالبہ ہو۔ یہ ہمارے اطمینان کے مطابق نہیں دکھایا گیا ہے کہ ٹرائل عدالت کی توجہ ابتدائی مرحلے میں انسداد بدعنوانی ایکٹ کے کی توضیعات کسی بھی خلاف ورزی کی طرف مبذول کرائی گئی تھی۔ سیشنز سے وابستگی سے پہلے ایک تحقیقات ہوئی تھی۔ یہ واضح ہے کہ وابستگی سے پہلے کی ان کارروائیوں کے دوران کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا تھا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کے عہدے سے نیچے کے ایک پولیس افسر نے انسداد بدعنوانی ایکٹ کی توضیعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے تحقیقات کی تھی۔ اس عدالت کا فیصلہ 14 دسمبر 1954 کو سُنایا گیا تھا اور موجودہ معاملے میں عدالت

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:08
I attest to the accuracy and
integrity of this document

عالیہ کا فیصلہ 16 دسمبر 1955 کو سُنایا گیا تھا۔ عدالت عالیہ کے سامنے اس کی کوئی ذکر نہیں کی گئ کہ تحقیقات پولیس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے عہدے سے نیچے کے افسر نے انسداد بدعنوانی ایکٹ کی توضیعات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کی تھی۔ اس طرح کا اعتراض لیا جانا چاہیے تھا اگر اپیل کنندہ عدالت عالیہ کے سامنے یہ ثابت کرنے کے لیے تیار تھا کہ اعتراض کافی ابتدائی مرحلے میں کیا گیا تھا اور اس معاملے میں اس عدالت کے فیصلے کے پیش نظر ٹرائل کورٹ کو مقدمے کی سماعت کے ساتھ آگے نہیں بڑھنا چاہیے تھا جب تک کہ کوتاہی کو دور نہیں کیا گیا تھا۔ تاہم، حوالہ دیے گئے مقدمے میں اس عدالت کا فیصلہ واضح ہے کہ عام طور پر سزا کو کالعدم نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ پولیس افسر کے ذریعے تحقیقات کے معاملے میں انسداد بدعنوانی ایکٹ کی توضیعات پر سختی سے عمل نہیں کیا گیا تھا۔ اس بارے میں درحقیقت سوال یہ ہے کہ آیا اعتراض کافی ابتدائی مرحلے میں اُٹھایا گیا تھا اور اسے عدالت عالیہ میں اٹھایا جانا چاہیے تھا کیونکہ اس مقدمے میں اس عدالت کا فیصلہ ایک سال پہلے ہی دیا گیا تھا۔ چونکہ اس طرح سے یہ نقطہ عدالت عالیہ کے سامنے نہیں اٹھایا گیا تھا اس لیے ہم اسے اس مرحلے پر اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

اس کے بعد یہ دلیل دی گئی کہ معاون سیشن جج، جس نے مقدمے کی سماعت کی تھی اس کے پاس مقدمے کی سماعت کرنے کا کوئی دائرہ اختیار نہیں تھا کیونکہ اس کی سماعت صرف خصوصی جج کے ذریعے کی جا سکتی تھی۔ تاہم، یہ واضح ہے کہ فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ، 1952 کے نافذ ہونے سے پہلے یہ مقدمہ سیشن عدالت کے حوالے کیا گیا تھا۔ اس ایکٹ کی دفعہ 10 کے تحت مجسٹریٹ کی عدالت میں زیر التواء تمام مقدمات کو خصوصی جج کی عدالت میں منتقل کر دیا گیا۔ دفعہ 10 کا مقصد ایکٹ کے آغاز پر سیشن عدالت میں زیر التواء مقدمات کو خصوصی جج کی عدالت میں منتقل کرنا نہیں تھا۔ اسگرالی نذرالی سنگاپور والا بمقابلہ ریاست، کے معاملے میں، اس عدالت نے مشاہدہ کیا کہ "جو مقدمات سیشن عدالت عالیان کے سامنے زیر التواء تھے انہیں اس طرح منتقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان پر سیشن عدالت عالیان میں استعمال ہونے والے طریقہ کار کے ذریعے چلایا جائے گا اور مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس لیے ہمیں یہ واضح طور معلوم ہوتا ہے کہ امعاون سیشن جج کے پاس اس مقدمے کی سماعت کرنے کا دائرہ اختیار تھا کیونکہ جب ایکٹ آیا تو یہ مقدمہ سیشن عدالت میں زیر التوا تھا۔

تیسری دلیل تھی کہ درج ذیل عدالت عالیان نے انسداد بدعنوانی ایکٹ کی دفعہ 4 کے تحت مفروضہ کے لیے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:08
I attest to the accuracy and
integrity of this document

درکار نوعیت، وسعت اور ثبوت کی تعداد کو صحیح طریقے سے سراہا نہیں تھا۔ عدالت عالیہ کے فیصلے سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ عدالت نے کسی بھی طرح سے دفعہ 4 کے تحت اپیل کنندہ کے خلاف کوئی مفروضہ اُٹھایا ہے۔عدالت عالیہ کے فیصلے کے درج ذیل پہلو اس بات کو واضح کریں گے:

" اس کے بعد یہ دعوی کیا گیا کہ ریکارڈ میں موجود ثبوت تسلی بخش طور پر یہ ثابت نہیں کرتی ہے کہ درخواست گزار نے 20 روپے کی رقم رشوت کے طور لی تھی۔اس نکتے پر نتیجہ حقیقت کا نتیجہ ہے۔میں نے نیچے دونوں عدالت عالیان کے فیصلے کا جائزہ لیا ہے اور مجھے اس نکتے پر دونوں عدالت عالیان کے بیک وقت نتائج پر اختلاف کرنے کی کوئی تسلی بخش وجہ نظر نہیں آتی۔استغاثہ کی جانب سے اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے کافی ثبوت موجود ہیں کہ 20 روپے کی رقم مکان کی الاٹمنٹ کو یقینی بنانے کے لیے درخواست گزار کو اس کے مطالبے پر ملک چند نے ادا کیے تھے۔اس میں کوئی تسلی بخش وجہ نظر نہیں آتی کہ ملک چند گندم خریدنے کے لیے درخواست گزار کو 20 روپے کیوں ادا کرنے چاہئیں تھے۔" اس لیے اپیل گزار کے خلاف کسی مفروضے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔اس کے برعکس، اس کا دفاع کرنا کہ اس نے 20 روپے کی رقم ملک چند سے اس کے لیے گندم خریدنے کیلئے لی تھی، پر یقین نہیں کیا گیا اور ملک چند کے اس ثبوت کو قبول کر لیا گیا کہ اس نے یہ رقم ملک چند کے لیے مکان کی الاٹمنٹ مہیا کرانے کے لیے لی تھی۔اٹھائے گئے نقطہ میں کوئی اصلیت نظر نہیں آتی ہے۔

اس کے بعد یہ زور دیا گیا کہ سزا کے معاملے پر غور کیا جائے۔یہ واقعہ 1951 میں پیش آیا تھا اور اپیل کنندہ ضمانت پر رہا ہے اور اسے واپس جیل بھیجنا مطلوب نہیں ہوگا۔تاہم، کسی سرکاری ملازم کے ذریعے بدعنوانی کے جرم میں ایک سال قید کی سزا کو غیر ضروری طور پر سخت نہیں سمجھا جا سکتا۔

اس طرح سے اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.10.14 13:08
I attest to the accuracy and
integrity of this document